

پہلی ناسک کے تین لکے مرزوق تھے تیسرا ہوئے  
ن گئی ہیں جس کے پیر و رسک وہ عدل ہے جس کا سکن نجر

من الظلمت الى النور لرفع الظلمت الفجور  
المعروف

اکابر علماء دیوبند کا اجمالی تعارف اور ان کی  
دینی و ملی خدمات کا مختصر جائزہ

کتابچہ

دیوبند

حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی صاحب

پروفیسر مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی صاحب

کراچی

وہی لامکاں کے مکس ہوئے سرعرش تحت نشیس ہوئے  
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

من الظلمات الى النور لدفع الظلمات الفجور

المعروف

اکابر علماء دیوبند کا اجمالی تعارف  
اور  
ان کی دینی و ملی خدمات کا مختصر جائزہ

☆ تحریر مبارک ☆

خلیفہ مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالوہاب خان القادری الرضوی مدظلہ

بزم (اعلیٰ) حضرت (امام) احمد رضا  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العلمین علی ان من علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ویزکیهم ويعلمهم الکتاب والحکمته و ان كانوا من قبل لفي ضلال مبين هو الذاى ارسل رسوله بالهدى و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون ویریدون لیطفنوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکفرون فاشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان سیدنا و ملاذنا و ماوتنا و شفیع ذنبتنا عند ربنا محمدا عبده و رسوله و عبد خیر العباد و رسول افضل الرسل و نبی الانبیاء و سید الاصفیاء و امام الكل صلی الله تعالی علیه و علی اله و اصحابه و اتباعه و احبائه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین و یا اکرم الاکرمین . امین امین امین یا رب العلمین

اللہ تعالیٰ کی عجیب شان بے نیازی ہے، ایک وہ وقت تھا کہ کوئی دیوبند کا نام بھی نہ

جانتا تھا اللہ اللہ اب یہ عالم ہے کہ دنیا میں کم لوگ ایسے ہونگے جو دیوبند سے واقف نہ ہوں۔ دارالعلوم دیوبند اور علمائے دیوبند کا چرچا عام ہے۔ دارالعلوم دیوبند اور علمائے دیوبند کی چار دانگ دھوم دھام ہے انکی شہرت ہر جگہ معروف و معلوم ہے البتہ یہ اور بات ہے کہ دیوبندی افکار و عقائد اور ان کے دینی نظریات سے عامۃ الناس تو کجا اکثر اہل علم افراد بھی ناواقف و نادان ہیں اگر اور وہ واقف ہیں تو بھی تو صرف اور صرف دارالعلوم دیوبند، علمائے دیوبند اور انکی دینی خدمات سے اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اکابر علمائے دیوبند کا اجمالی تعارف کرا دیا جائے جنکی انتھک کوششوں کے کارن دیوبند کے بھاگ کھل گئے اور یہ دن نصیب ہوا کہ آج ساری دنیا دیوبند کے گن گار ہی ہے، علمائے دیوبند کے نام کی مالا جپ رہی ہے چنانچہ انکی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ ہمارے مسلمان بھائی اس کی صحیح حقیقت سے باخبر ہوں اور عالم دیوبند کی معتبر تاریخ کو شواہد کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کتاب میں اس امر کا التزام کیا گیا ہے کہ دیوبندی مکتبہ فکر کے معتبر راویان و معتمد انشاء پردازوں کی عبارات کو سنداً پیش کیا جائے اگرچہ وہ روایت بالواسطہ پہنچی ہو، تاکہ فہم ناظر میں اس کا صحیح مقام راوی کی عزت و احترام کے ساتھ واضح ہو جائے اور نفس کلام کی صحت میں کوئی شبہ نہ رہے اور راوی کی عظمت کے ساتھ اسکے بیان کی عظمت کا احساس بھی پامال نہ ہو۔ ہم نے نقل عبارات میں بڑی احتیاط سے کام لیا اور نقل کو مطابق اصل درج کیا ہے جو حضرات تحقیق فرمانا چاہیں وہ اصل کتب کی طرف رجوع لائیں انشاء اللہ العزیز نقل کو عین مطابق اصل کے پائیں گے۔

## دارالعلوم دیوبند کی کہانی علماء دیوبند کی زبانی

اکابر علمائے دیوبند کے تعارف سے قبل مناسب ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا اجمالی تعارف کرادیا جائے کیونکہ یہ دارالعلوم ہی علمائے دیوبند کی معراج کا پہلا زینہ ہے اور یہی زینہ ان کو منزل مقصود تک پہنچاتا ہے اور بزم یار میں جلووں کی فراوانی سے ہمکنار کرتا ہے

## دارالعلوم دیوبند اور احکام غیبی

بقول علماء دیوبند، دارالعلوم دیوبند کا آغاز محرم ۱۲۸۳ھ میں ہوا علمائے دیوبند اس دارالعلوم کو الہامی مدرسہ کہتے ہیں چنانچہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

”دارالعلوم کا اجراء عام موجودہ طریقہ پر نہیں ہوا کہ چند افراد نے بیٹھ کر مشورہ کیا ہو کہ ایک مدرسہ قائم کیا جائے اور مجموعی رائے سے مدرسہ دیوبند قائم کر دیا گیا ہو بلکہ یہ مدرسہ بالہام غیب قائم کیا گیا وقت کے اہل اللہ اور ارباب قلوب افراد کے قلوب پر یکدم وارد ہوا کہ اس وقت ہندوستان میں جبکہ انگریزی اقتدار مسلط ہو چکا ہے اور اسکے تحت ان کا تمدن اور انکے افکار و نظریات طبعاً اس ملک پر مسلط

ہونیوالے ہیں جو یقیناً اسلام کے منافی اور نصرانیت کے  
 فروغ کا باعث ہونگے اور ممکن ہے کہ ان کے نفسیاتی تمدن  
 کے زیر اثر اسلامی معاشرت بلکہ نفس دین و مذہب ہی سے  
 قلوب میں بیگانگی پیدا ہو جائے (چنانچہ کچھ عرصے کے بعد  
 انکی فرست ایمانی کے مطابق یہ خطرہ واقعہ بن کر نمایاں  
 ہونے لگا) ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جو مسلمانوں کو اس  
 سیلاب کے بہاؤ سے بچا سکے چنانچہ ہر ایک نے اپنے  
 واردات کو ایک مجلس میں بیٹھ ظاہر کیا کسی نے کہا کہ مجھ پر  
 منکشف ہوا ہے کہ ان حالات میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا  
 جائے جو کم از کم مسلمانوں کے دین کو محفوظ رکھ سکے کسی نے  
 کہا کہ میرے قلب پر بھی یہی وارد ہوا ہے کسی نے کہا مجھے  
 خواب میں یہی حقیقت دکھلائی گئی ہے غرض قدرتی طور پر  
 ایک باطنی اجماع اس پر منعقد ہو گیا کہ ایک دینی مدرسہ قائم  
 کیا جائے تاکہ اس ملک میں مسلمانوں کا دین محفوظ ہو  
 جائے گو ان کی اسلامی شوکت پامال ہو چکی ہے لیکن اگر دین  
 اور دینی جذبات محفوظ ہو جائیں گے تو ایسا وقت آنا بھی ممکن  
 ہے کہ وہ ان دینی جذبات و دعاوی سے رہتی دنیا کو سنوار  
 سکیں یہ تھے وہ الہامات غیب جن کے تحت ۱۰ محرم ۱۲۸۳ھ

مطابق ۲۰ مئی ۱۸۶۶ء میں اس ادارے کا آغاز کیا گیا۔“  
 (ماہنامہ الرشید لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۷-۱۳۸ مفر المظاہرہ رجب  
 الاول ۱۳۹۶ھ مطابق فروری-مارچ ۱۹۷۷ء)

قیام مدرسہ کی غرض و غایت مسلمانوں کے دین و مذہب کو بچانا اور  
 انگریزوں کے گمراہ کن منافی اسلام افکار و نظریات سے محفوظ رکھنا تھا علامہ  
 خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

## دعویٰ جہاد ہاتھی کے دانت

”حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے حدیث  
 و فقہ کی مسند سنبھالی انگریزی عملداری میں ہندوستان کو  
 دارالحرب قرار دیا اور حضرت شاہ (ولی اللہ) صاحب کے  
 پوتے شاہ اسماعیل شہید عملی جہاد کے لیے اٹھے۔“  
 (ماہنامہ ”الرشید“ لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۰۵ فروری-مارچ ۱۹۷۷ء)

علامہ خالد محمود صاحب حسب فتویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ،  
 ہندوستان کو دارالحرب مانتے ہیں اور مولوی اسماعیل صاحب کو اس فتویٰ پر عمل کرنیوالا  
 اور عملی جہاد کیلئے اٹھنے والا بیان فرماتے ہیں اس لئے مولوی اسماعیل صاحب کا جہاد

ہندوستان میں انگریزوں سے ہونا چاہئے تھا مگر وائے حسرتاً جہاد ہوا تو سرحدی مسلمانوں افغانی پٹھانوں سے اور انگریز کی حمایت میں جس کا ثبوت انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے البتہ ظاہری عبارات منقولہ سے انگریزوں کی دشمنی اور مسلمانوں کی حمایت خوب ظاہر ہے یہی علامہ خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

”مسلمانان ہند میں ایک خیال یہ بھی کام کر رہا تھا کہ نماز روزہ جیسے چند اعمال اسلام کو باقی رکھ کر انگریزی عملداری کو خلوص قلب سے اپنا لیا جائے اور انگریزوں کو اپنے اولی الامر میں داخل سمجھا جائے یہ لوگ دین اور دنیا کی تقسیم کے حامی تھے اور دنیاوی مراعات حاصل کرنے کے سوا ان کا کوئی مطمع نظر نہ تھا انگریزوں سے کامل وفاداری کے اظہار کے لیے یہ لوگ محدثین دہلی کے خلاف بھی دم مارتے رہے اور انکی مرکزی دینی رہنمائی انہیں بہت کھٹکتی تھی۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۰۶ فروری - مارچ ۱۹۷۷ء)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ انگریزوں کے حامی اور یہی خواہ اور مسلمانوں کے خصوصاً محدثین دہلی کے دشمن تھے معلوم ہوا کہ انگریزوں کا حمایتی مسلمانوں کا دشمن ہے۔ علامہ خالد محمود اتنی بات کہہ کر خاموش ہو گئے شاید شرمائے۔



## انگریزوں کی حمایت

اب ہم جناب مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری سے پوچھتے ہیں کہ وہ انگریزوں کا حمایتی کون تھا لیجئے علامہ تھانسیری صاحب فرماتے ہیں:

”یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا اسماعیل شہید وعظ فرما رہے تھے ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے روزیا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔“

(سوانح احمدی صفحہ ۵۷)

ایک طرف علامہ خالد محمود صاحب اور سارے وہابی مقلد اور غیر مقلد سب مولوی اسماعیل صاحب کو انگریزوں سے جہاد کرنے والا بتائیں دوسری طرف علامہ محمد جعفر تھانسیری اور ان کی پوری وہابی پارٹی مولوی اسماعیل دہلوی صاحب کو انگریزوں کا حمایتی ثابت کر دکھائیں۔ یہ ان کے گھر کی بات ہے

ع الزام اوروں پہ لگاتے تھے قصور اپنا نکل آیا

البتہ یہ بات ضرور واضح ہو جاتی ہے کہ جو انگریز کا حمایتی ہے وہ یقیناً مسلمانوں کا دشمن ہے۔ علامہ خالد محمود صاحب دارالعلوم دیوبند کے بارے میں فرماتے ہیں:

## بانیانِ دارالعلوم

”دارالعلوم دیوبند محدثین دہلی کے نظر و فکر کی نشاۃ ثانیہ تھی اسکے بانی اور پہلے سرپرست حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں باقاعدہ شریک تھے۔“

(ماہنامہ الرشید، ہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۰۷ فروری - مارچ ۱۹۷۷ء)

## انگریزوں پر جان قربان کرنا شہادت ہے

محدثین دہلی سے مراد علامہ خالد محمود صاحب کی مولانا اسماعیل دہلوی اور انکے رفقاء کار ہیں۔ پیشکِ علمائے دیوبند انہی کے پیرو اور مقلد ہیں جو انگریزوں کی حمایت میں اپنی جان کی قربانی کو ارازاں جانتے اور ان پر جان دینے کو شہادت فرماتے ہیں۔ عاشقِ الہی صاحب میرٹھی جو رشید احمد صاحب گنگوہی کے خلیفہ ارشد ہیں فرماتے ہیں کہ:

## انگریزوں کی حمایت میں قتل ہونی والا شہید

”ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد

گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (محمد قاسم  
 نانوتوی) اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی (امداد اللہ)  
 صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ  
 بندوچپوں (باغیوں) سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتنا  
 اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ  
 جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پراجا کر ڈٹ گیا  
 اور سرکار پر جان نثاری کیلئے تیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و  
 جواں مردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر  
 سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں  
 تلواریں لئے جم غفیر بندوچپوں کے سامنے ایسے جمے رہے  
 گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں۔ چنانچہ آپ پر فیریں  
 ہوئیں اور حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیرِ ناف گولی  
 کھا کر شہید بھی ہوئے۔“

(تذکرۃ الرشید، جداول، صفحہ ۷۴-۷۵)

قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا شہید اور دیوبندی دھرم  
 میں انگریز کی حمایت میں مرنے والا شہید۔ دیکھا آپ نے دیوبندی علماء سارے  
 کے سارے اسماعیل دہلوی کے مقلد اور پیروکار ہیں۔ مولوی اسماعیل صاحب نے

انگریزوں کو ”غیر متعصب سرکار“ کہا یہاں عاشق الہی صاحب اور ان کے پیرو مرشد انگریزوں کو سرکار کہہ رہے ہیں اور ان کی حمایت میں مارے جانے والے کو شہید فرما رہے ہیں۔ یہ بات تو یہاں ضمناً بیان کر دی گئی اس کا قدر مفصل حال انشاء اللہ آئندہ بیان کیا جائے گا لیکن ان عبارات سے علمائے دیوبند اور ان کے امام مطلق مولوی اسماعیل صاحب کا اپنی سرکار انگریز کی حمایت کرنا بخوبی واضح ہو گیا۔

## انگریزوں کی سیاست

اس وقت انگریز اپنی حکومت کو مضبوط بنانے کیلئے نئی نئی اسکیمیں سوچ رہا تھا وہ مسلمانوں کے خلاف تدبیریں سوچتا منصوبے بناتا گمراہ کن چالیں چلتا تھا۔ یہی ڈاکٹر خالد محمود صاحب رقم طراز ہیں کہ:

”۱۸۷۱ء و ہائٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن مذکورہ کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوتِ خاص پر شریک ہوئے۔ اس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی ”ارایوں آف برٹش ایمپائر ان انڈیا“ کے نام سے شائع کی گئی جس کے دو اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔“

رپورٹ سربراہ کمیشن سرو لیٹیم

مسلمانوں کا مذہباً عقیدہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے

زیر سایہ نہیں رہ سکتے اور ان کیلئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کیلئے ہر لمحہ تیار ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔

(نوٹ: اسی جوش جہاد کو ختم کرنے کیلئے مولوی اسماعیل صاحب نے فرمایا تھا کہ ایسی بے رد ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں)

### رپورٹ پادری صاحبان

”یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعویٰ کیلئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ مشکل حل ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی

حکمتِ عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ وہ مرحلہ اور تھا اسوقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چنے چنے پر حکمراں ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بحال بھی ہو گیا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔“

(اقتباس از مطبوعہ رپورٹ کانفرنس دہانت ہاؤس لندن، منعقدہ ۱۸۷۰ء دی ارا نیول آف برٹش ایسپائران انڈیا)

(ماہنامہ ”الرشید“ دیوبند نمبر، صفحہ ۱۰۶-۱۰۷، فروری-مارچ ۱۹۷۱ء)

## مسلمانوں میں غداروں کی تلاش

پادری صاحبان نے یہ کہہ کر صاف واضح کر دیا کہ برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمتِ عملی سے شکست دے چکے ہیں وہ مرحلہ اور تھا اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی۔

## ظلی نبوت کے پرچار

سید احمد صاحب کو تلاش کر کے پیر بنایا گیا اور فوجی کارروائی کی گئی انکی ظلی نبوت کا سنگ

بنیاد رکھنے کیلئے اسماعیل صاحب نے ارشاد فرمایا:

”چونکہ آپ (سید احمد) کی ذات والا صفات ابتدائے  
فطرت سے جناب رسالتآب علیہ افضل الصلوٰۃ  
والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی اس لئے  
آپکی لوح فطرت علوم رسمیہ کے نقش اور تحریر کے دانشمندیوں  
کی راہ روشن سے خالی تھی۔“

(صراط مستقیم، اردو مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۴)

یعنی سید احمد کی جہالت کا کمال ثابت کرنے کیلئے نبی الامی ﷺ کے ساتھ کمال  
مشابہت بتا رہے ہیں کہ وہ بھی اُمّی تھے یہ بھی اُمّی ہیں۔

## مونیٹر اسکیم

لارڈ میکالے نے ایک اسکیم بنائی جس کے اصول یہ ہیں:

(۱) ہندوستان میں عیسائیت کی اعتقادی و فکری ترویج خواہ  
عیسائیت کے نام سے یا کسی اور نام سے۔

(۲) ہندوستان میں لامذہبیت کا فروغ خصوصاً مسلمانوں میں  
اگر عیسائی نہ بن سکیں تو مسلمان بھی نہ رہیں۔

(۳) مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت تیار کرنا جو بظاہر  
مسلمان باطن گورنمنٹ انگلشیہ کی وفادار ہو جو حاکم اور رعایا

میں ترجمان کا کام دے۔

(سیف حقانی، بحوالہ روشن مستقبل صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۳ ماخوذ برہان صداقت صفحہ ۵۲)

انگریزوں کو ان اصولوں پر عمل کرنے کا میدان عالم دیوبند میں ملا جسکی تفصیل آگے آرہی ہے۔ یہاں یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ اگر دارالعلوم دیوبند کی صحیح غرض مسلمانوں کی حمایت اور انگریز سامراج اور ان کے گمراہ کن نظریات سے مقابلہ کرنا تھا تو دارالعلوم دیوبند کا قیام ہی انگریزوں کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا یا کم از کم انگریز اس کی کبھی بھی حمایت نہ کرتا کیونکہ انگریزوں کے مقصد حیات و اسکیم مہمات اسلام کیلئے یہ مدرسہ سدراہ ہوتا جس سے انگریزوں کی ساری اسکیم پر پانی پھر جاتا اور وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوتے مگر یہاں معاملہ ہی برعکس ہے کہ انگریز بذات خود اسکی پاسداری کرتا اور اسکی مدد سرائی کرتا ہے۔

## دارالعلوم دیوبند اور انگریز گٹھ جوڑ

چنانچہ ملاحظہ فرمائیے سوانح حیات محمد احسن نانوتوی، لکھتے ہیں:

”۱۳ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لیٹینیٹ گورنر کے ایک خفیہ

معمد انگریز مسلمی پامر نے مدرسہ کا معائنہ کیا (معائنہ کی

عبارت کا یہ حصہ قابل غور ہے پامر لکھتا ہے) جو کام بڑے

بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ



یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لیکر کرتا ہے یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے..... یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار مدد و معاون سرکار ہے۔“

(مولانا محمد احسن نانوتوی، صفحہ ۲۱۷، ماخوذ "زلزلہ"، صفحہ ۴۱)

## دارالعلوم دیوبند انگریزی حکومت کی حکمت عملی کا مرکز ہے۔

برادرانِ گرامی سوچئے اور سردھنئے کہ کالجوں میں انگریزی کونسی خدمت دین اسلام اور مسلمانانِ ہند کی حمایت کر رہا تھا نیز پادریوں کی رپورٹ سے انگریزوں کی عداوت اور اسلام دشمنی تو بالکل واضح ہو چکی تھی کہ مسلمان اگر عیسائی نہ بن سکیں تو مسلمان بھی نہ رہیں۔ لہذا مسلمانوں میں ایک جماعت ہو جو بظاہر مسلمان اور باطن گورنمنٹ انگلشیہ کی وفادار ہو۔ یہ فریضہ باحسنِ خوبی علمائے دیوبند نے انجام دیا۔ چنانچہ یہاں سے انگریز حکومت کو باذر کرایا جا رہا ہے کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار اور مدد و معاون سرکار ہے۔

راویانِ دیوبند کے معتبر اور معتمد راوی سید محبوب صاحب رضوی نے بھی اصل حقیقت کا اعتراف کیا اور دشمن دین و ایمان وعدوئے جان پامر کی رپورٹ کو اس طرح نقل کیا ”جان پامر لکھتا ہے کہ صوبہ متحدہ کے گورنر سر جان اسٹریچی

کے حکم سے میں ۱۸۷۵ء (۱۲۹۱ھ) کو اتوار کے دن اس

مدرسہ (دارالعلوم) میں پہنچا۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ لاہور دیوبند نمبر صفحہ ۱۹۳ فروری-مارچ ۱۹۷۷ء)

پھر آگے لکھتے ہیں:

”جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں کے صرف سے

ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پروفیسر

ہزار روپیہ لیکر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ میں

کر رہا ہے۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ لاہور، دیوبند نمبر صفحہ ۱۹۶)

غور فرمائیے کیا انگریزوں نے کالجوں کو اسلام کی خدمت کیلئے قائم فرمایا جاری رکھا؟

اور ہزاروں روپیہ کا خرچ برداشت کیا؟ نہیں صرف اپنے اصول کو عملی جامہ پہنانے

کیلئے کیا اور وہی کام یہاں دارالعلوم دیوبند میں علمائے دیوبند کوڑیوں میں کر رہے

ہیں۔ سید محبوب صاحب رضوی فرماتے ہیں:

”دارالعلوم جس زمانے میں قائم ہوا اسوقت برطانوی

حکومت مسلمانوں سے سخت بدظن اور بدگمان تھی اور ان

کے ہر قول و فعل کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس

وجہ سے دارالعلوم کی نسبت عرصہ تک خفیہ اور اعلانیہ تحقیقات

کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۵ء) میں صوبہ

متحدہ کے گورنر سر جان اسٹریچی نے ایک معتمد خاص جان پامر کو اس غرض سے خفیہ طور پر دارالعلوم میں بھیجا کہ وہ تحقیقات کر کے رپورٹ دے کہ دارالعلوم کے قیام کا مقصد کیا ہے اور مسلمان علماء دارالعلوم کے پس پردہ کس فکر و عمل میں مصروف ہیں۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ لاہور، دارالعلوم دیوبند نمبر، صفحہ ۱۹۳-۱۹۴، فروری-مارچ ۱۹۷۷ء)

## دارالعلوم دیوبند عقائد باطلہ کا مرکز

انگریز تو چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو ختم کر کے اسلام کو مٹا دے اسلئے اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر کوئی مسلمان عیسائی نہ بن سکے تو مسلمان بھی نہ رہے۔ دارالعلوم کے قیام سے ان کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ یہ مدرسہ ہمارے مقاصد میں سد راہ تو نہ بنے گا اسلئے فکر ہوئی اور خفیہ و اعلانیہ تحقیقات کرانے کے بعد جب رپورٹ مل گئی کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار مدد و معاون سرکار ہے تو گورنمنٹ برطانیہ نہ صرف مطمئن ہو گئی بلکہ مدرسہ کی سرپرستی شروع کر دی۔ دارالعلوم دیوبند نے اپنی سرکار انگریز کی ایسی خدمت کی جو بڑے بڑے پروفیسر اور پرنسپل نہ کر سکے۔ یہ خدمت انھوں نے مفت انجام دی بلکہ کھایا مسلمانوں کا اور کام کیا انگریزوں کا۔ یعنی چندہ مسلمانوں سے لیتے اور اسلامی عقائد کے خلاف عقیدے رواج دینے میں صرف کرتے۔ کیا انگریزوں کا کوئی کالج ہے جس میں عقیدہ ختم نبوت کے خلاف اسکیم چلائی گئی ہو؟ نئے

نبی کے پیدا ہونے کا امکان بتایا گیا ہو؟ کسی کا مصنوعی رسالت کا کلمہ پڑھایا گیا ہو؟ یہ اور اس جیسے اور بہت سے عقائد منافی اسلام سرزمین دیوبند کے دارالعلوم سے پیدا ہوئے۔ مثلاً محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کا رسالہ **تحذیر الناس** بحر بیکراں اپنی پوری توانائی کے ساتھ اٹھا اور گویا ہوا:

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (ﷺ) کا خاتم ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔“

(تحذیر الناس صفحہ ۲-۳ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ماہنامہ خالد دیوبند بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ صفحہ ۱۹)

پھر آگے لکھا

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔“

(تحذیر الناس، صفحہ ۲۴، ماہنامہ خالد دیوبند بابت، جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ، صفحہ ۴۰)

یہ نوالا فیض تقریباً ایک صدی سے اب تک برابر جاری ہے۔ کتاب ”تحذیر الناس“ طبع شدہ اب بھی دستیاب ہے جو چاہے مطالعہ فرمائے۔ اسی طرح قطب عالم دیوبند

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فیض اجل ”براہین قاطعہ“ کی صورت میں ہنوز جاری ہے  
براہین قاطعہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا  
بھی علم نہیں۔ براہین قاطعہ چیخ رہی ہے کہ علم محیط زمین شیطان کیلئے نص سے ثابت  
ہے مگر رسول اللہ ﷺ کیلئے ثابت کرنا شرک ہے۔ ”براہین قاطعہ“ کا اعلان ہے کہ  
رسول اللہ ﷺ کو علمائے دیوبند کے طفیل اردو بولنا آ گیا۔ ”براہین قاطعہ“ کہہ رہی ہے  
کہ امکان کذب کا مسئلہ (یعنی خدا کے جھوٹ بولنے کا امکان) تو اب کسی نے جدید  
نہیں نکالا۔

اسی طرح جامع المجد دین مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے فیوض و برکات کا  
سیاہ دریا موجیں مار رہا ہے۔ رسالہ ”حفظ الایمان“ بانگِ دہل کہہ رہا ہے:  
”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر  
بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے  
مراد بعض غیب ہیں یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو  
اس میں حضور ﷺ کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و  
عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی  
حاصل ہے (چند سطور بعد لکھتا ہے) اگر تمام علوم غیب مراد  
ہیں اس طرح کہ اسکی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا  
بطنان (باطل ہونا) دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔“

(حفظ الایمان، ص ۷۷، مکتبہ تھانوی، بندر روڈ، کراچی)

## مولوی اشرف علی کی رسالت (کلمہ) کا بیان

دریائے بغض و عناد میں جوش آیا موجوں کے ساتھ رسالت کے موتی لایا۔ رسالہ ”الامداد“ میں ایک حکایت کو وضع فرمایا اور اپنے بندہ بیدام کی جانب سے تحریر فرمایا:

”رسالہ حسن العزیز کو اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (اشرف علی) کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے مگر زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (اشرف علی) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی

طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے۔ بائین خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کر وٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللهم صل علی سیدنا و نبینا و مولنا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور (اشرف علی) کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب: اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع

کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ قبیح سنت ہے۔ (۲۳ شوال ۱۳۳۹ھ)

(رسالہ الامداد بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ امداد المطالع تھانہ بھون)

مریکہ میں اشرف علی رسول اللہ (معاذ اللہ) کہتا ضرور تھا مگر غلطی کا احساس تھا ڈر رہا تھا خوفزدہ تھا مگر پیر صاحب اشرف علی نے رجسٹری کر دی کہ اس واقعہ میں تسلی تھی پس حصول تسلی کیلئے دیوبندی یہی کلمہ پڑھا کریں اور اشرف علی تھا نوی کی رسالت و نبوت کا اقرار کرتے رہیں۔ معلوم ہوا کہ انگریزی حکومت کی حکمت عملی کا مرکز دارالعلوم دیوبند ہے جس کے ثبوت میں یہ چند مثالیں بطور نمونہ حاضر خدمت ہیں

## انگریزوں کی حکمت عملی کا آغاز

نیز پادری صاحبان کی رپورٹ میں جو کہا گیا کہ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوں جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کر نیکو تیار ہو جائے..... جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔ السخ چنانچہ پادری صاحبان کی تجاویز کے مطابق غداروں کی ایک کھیپ تلاش کے بعد مل گئی جن میں مولوی اسمعیل دہلوی نے سید احمد کی نبوت کی تمہید باندھی اور تحریر فرمایا :

”چونکہ آپ (سید احمد) کی ذات والا صفات ابتداء فطرت

سے جناب رسالتاً بعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی

کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی..... الخ

مولوی محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند نے ختم نبوت کے انکار میں ایک رسالہ لکھا اور لکھ دیا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتم محمدی میں کچھ فرق نہیں

آیگا۔



اس کے علاوہ مولوی اشرف علی تھانوی کی رسالت کا نعرہ لگایا گیا۔ ان واقعات و حالات کے پیش نظر سچے مسلمان اور اہل ایقان میں علماء دیوبند کے خلاف سخت نفرت پیدا ہو گئی جس کی بنا پر علماء دیوبند اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے بلکہ مسلمانوں کو اپنا دشمن جانی بنا لیا۔ تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر محمد ذکریا محدث سہارن پوری تحریر فرماتے ہیں:

” اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ بمبئی شہر میں علما حقہ (دیوبندیوں) میں سے تبلیغ سے پہلے جانا کتنا دشوار تھا اور وعظ کہنے کا تو واہمہ بھی نہیں ہو سکتا تھا حضرت حکیم الامت (اشرف علی تھانوی) کو اپنی اہلیہ محترمہ کے حج سے واپسی پر بمبئی تشریف لیجانے پر کس قدر اذیت دی گئی کہ مخالفین نے بجلی کے تار کاٹ دئے مکان کا محاصرہ کر لیا اور حضرت (تھانوی) پر حملہ کیا میزبان کی خوش اسلوبی اور بہترین انتظام کی وجہ سے حضرت (تھانوی) کو اس مکان سے دوسرے مکان میں اندھیرے کے اندر پہنچایا گیا۔ ۳۸ھ میں جب حضرت سہارنپوری تین موخدا م کے ساتھ حج میں تشریف لیجا رہے تھے یہ ناکارہ بھی اس میں ہمارکاب تھا تو اہل بمبئی کے شری اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بمبئی سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا

گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے تھے۔ علماء دیوبند کا بمبئی میں علی الاعلان جانا کس قدر دشوار تھا اس سے ظاہر ہے کہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا“

(تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات صفحہ ۳۲)

غور طلب یہ امر ہے کہ جملہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا تو کیا پورا شہر بمبئی شری اور فسادی تھا مگر یہ دیوبندی دھرم کا طرہ امتیاز کذب و افترا ہے کہ سچے مومن پکے مسلمانوں کو شری بنا رہے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علماء دیوبند ہی کیلئے یہ شدت غیظ اور غم و غصہ کیوں؟ اس کے وجوہ وہی ہیں جو مذکور ہوئے، بمبئی شہر میں علماء اہلسنت بکثرت تشریف لیجاتے اور اہل بمبئی ان کی خاطر مدارات اور تعظیم و تکریم میں بیحد مبالغہ کرتے اور باض چشم زیر پاء بچھاتے۔ دونوں میں فرق ظاہر ہے یہ علماء کرام حضور ﷺ کے وفادار غلام اور دین و ملت کے محافظ و نگہبان تھے اور علماء دیوبند حضور اکرم سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں توہین کرتے اور دین و ملت کے خلاف بغاوت کرتے اور انگریزی سامراج کی حمایت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھتے اور انگریز پادری صاحبان کی تجاویز کو اپنا مقصد حیات سمجھتے اور اس پر عمل کرتے اور مسلمانوں کو مرتد و بے دین بنانے میں پیش پیش رہتے تھے۔

بہر کیف انگریزی سرکار کی من چاہی مراد اور لارڈ میکالے کے اصولوں کو پھیلنے

پھولنے کا دارالعلوم دیوبند میں اس نوعیت سے اہتمام کیا گیا کہ عام مسلمان بھی بدظن نہ ہوں اور انگریز سرکار بھی راضی رہے جب ہی تو پا کرنے انگریز سرکار کو یہ لکھ کر مطمئن کر دیا کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکارِ محمد و معاون سرکار ہے۔ نیز علمائے دیوبند کے اہل کشف حضرات نے بھی اس امر کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ مولوی مناظر احسن گیلانی اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

”یہ ان ہی دیوان جی کے مکافہ کا تعلق دارالعلوم دیوبند سے بھی نقل کیا جاتا ہے لکھتے ہیں کہ ”مثالی عالم میں ان پر منکشف ہوا کہ دارالعلوم کے چاروں طرف ایک سرخ ڈورا تنا ہوا ہے آپ اپنے اس کشفی مشاہدہ کی تعبیر خود یہ فرماتے ہیں کہ نصرانیت اور تجدد کنادی کے آثار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے نمایاں ہو گئے۔“

(سوانح قاسمی، جلد دوم، صفحہ ۷۳، ماخوذ زور، صفحہ ۳۸)

دارالعلوم دیوبند الہامی مدرسہ ہے اور منجانب اللہ انگریزوں کی حمایت کیلئے وجود میں آیا

اب دارالعلوم دیوبند کی کہانی پڑھئے۔ قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں:

”اس مدرسہ کے اصول بھی الہامی ہیں کسی رسمی مشورہ

مفاہمت کا نتیجہ نہیں۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۸ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

قاری صاحب نے بہت ہی پتہ کی بات بتائی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انگریزوں کی حمایت فرما رہا تھا اس لئے دارالعلوم دیوبند کے قیام کی طرف غیبی اشارات ہوئے اور اس کے اصول بھی از جانب غیب وضع فرمائے گئے تاکہ انگریزوں پر اللہ تعالیٰ کی حمایت و نصرت کا ثبوت واضح ہو جائے اور یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ علمائے دیوبند محض اللہ کی خوشنودی کیلئے اپنی سرکار انگریز کے خدمت گار تھے اور ان کی جانب سے لڑنا یعنی مسلمانوں سے جہاد کرنا (جیسا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے کہا) اور ان کی حمایت میں قتل ہو جانا شہادت پانا (جیسا کہ حافظ ضامن نے شہادت پائی) سمجھتے تھے اور اس خیال کو مزید تقویت دینے کیلئے اور حکایات بھی بیان کیں مثلاً سوانح قاسمی کا مرتب لکھتا ہے:

## حضر علیہ السلام اور انگریزوں کی حمایت

”انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چودھری کا نام لیکر جو باغیوں کی فوج کی

افسری کر رہا تھے کہتے جاتے تھے کہ لڑنے کا کیا فائدہ؟ خضر کو  
 تو میں انگریزوں کی صف میں پارہا ہوں۔“  
 (حاشیہ سوانح قاسمیہ جلد دوم صفحہ ۱۰۳ ماخوذ زلزلہ صفحہ ۳۴)

غور طلب امر یہ ہے کہ انگریزوں سے لڑنے والوں کو باغی بتایا جا رہا ہے اور حضرت  
 خضر علیہ السلام کو انگریزوں کی صفوں میں بتایا جا رہا ہے یہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج  
 مراد آبادی تھے کہ پہلے سے نہ جان سکے اور اپنا نام باغیوں کی فہرست میں لکھا بیٹھے مگر  
 دارالعلوم دیوبند کا ہر خادم صاحب کشف ہے اس سے ایسی غلطی کیونکر ہو سکتی تھی وہ  
 شروع ہی سے اپنی سرکار انگریز کے خدمت گزار اور جان نثار رہے اور حافظ ضامن  
 صاحب نے تو باقاعدہ ہاتھوں سے جہاد کر کے شہادت پائی جس کا ذکر انشاء اللہ  
 تعالیٰ آگے آتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک قصہ اور سن لیجئے بیان کیا جاتا ہے

خضر علیہ السلام انگریزوں کے گھوڑوں کی خدمت پر مامور تھے

”غدر کے بعد جب گنج مراد آبادی کی ویران مسجد میں  
 حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی  
 راستے سے جس کے کنارے مسجد ہے کسی وجہ سے انگریزی  
 فوج گزر رہی تھی۔ مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے اچانک

مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیکس سے جو باگ کھوٹے وغیرہ گھوڑے کے لئے ہوئے تھا اس سے باتیں کر کے مسجد میں واپس آ گئے۔ اب یہ یاد نہیں رہا کہ پوچھنے پر یا خود فرمانے لگے کہ سائیکس جس سے میں نے گفتگو کی یہ خضر تھے میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے تو جواب میں کہا کہ حکم یہی ہوا ہے۔“

(حاشیہ سوانح قاسمی، جلد دوم، صفحہ ۱۰۳، ماخوذ زلزلہ، صفحہ ۲۳-۲۴)

ایسے واضح غیبی احکام کے بعد اگر علماء دیوبند اپنی سرکار انگریز کی پاسداری اور ان پر جاں نثاری نہ کرتے تو بجا طور پر خدا کے قہر و غضب کا نشانہ بنتے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام کو خدا نے انگریزوں کی (معاذ اللہ) خدمت کیلئے مقرر و مامور فرمادیا۔ اسی باعث علماء دیوبند انگریزوں کے قدموں پر جان دینے کو شہادت کا درجہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ بخشی صاحب فرماتے ہیں کہ:

”مدرسہ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پیشتر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک و شبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔“

(حاشیہ سوانح قاسمی، جلد دوم، صفحہ ۲۳، ماخوذ زلزلہ، صفحہ ۲۱)

## دارالعلوم دیوبند کا ہر خادم ولی کامل تھا

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی اپنے والد کا قول نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا ہے جب اس کے ایک

چپراسی سے لیکر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر شخص صاحب

نسبت ولی کامل تھا۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

یعنی ان کو انگریزوں سے کامل ولایت حاصل تھی اور ہر ایک اپنی سرکار عادل کا ولی کامل

تھا۔

## کذب خالص

اب آگے دارالعلوم دیوبند کی کہانی سنئے۔ قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

”اجرا مدرسہ کے بعد یہ مدرسہ مختلف مسجدوں اور پھر کراہیہ

کے مکانات میں چلتا رہا سات آٹھ برس کے بعد جب طلباء

کی کثرت ہوئی اور رجوع عام ہوا تو ضرورت پیش آئی کہ

مدرسے کا کوئی اپنا مستقل مکان ہونا چاہئے تو یہ جگہ اور اس

کے حصے جہاں آج دارالعلوم کی وسیع عمارت کھڑی ہوئی

ہیں تحریک و ترغیب کے بعد مدرسے کے لیے دینے شروع کئے بعض نے بقیمت اور بعض نے حسبہ اللہ جس سے ایک بڑا قطعہ مدرسہ کے ہاتھ آ گیا یہ جگہ عموماً شہر کا میلا پونے اور کورپون کی جگہ (غلاظت کی جگہ) تھی دارالعلوم کے قیام سے تقریباً ایک صدی یا کم و بیش پہلے یہاں سے حضرت سید احمد شہید بریلوی مخ اپنے رفقاء مجاہدین کے گزرے تو فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی بو آتی ہے جس کا ظہور سو سال بعد ہوا اور اسی گندگی کی جگہ سے بالآخر ۱۸۰۸ء کے بعد علوم نبوت کی اشاعت اور ترویج شروع ہوئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دارالعلوم کی جگہ کا انتخاب بھی الہامی ہے با اشارات غیب پہلے سے منتخب تھی اور آخر کار اسی جگہ پر ان اہل اللہ کا قریبہ فال پڑا اور اس میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی۔“

(ماہنامہ "الرشید" دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۸ فروری مارچ ۱۹۷۱ء)

قاری محمد طیب صاحب حلقہ دیوبند کے معتبر راوی اور مشہور و معروف عالم ہیں ان کے اس بیان کو سمجھنے کیلئے اس کا تجزیہ کرنا ضروری ہوا۔

اولاً ..... قاری صاحب اشاعت علوم کی تاریخ ۱۸۰۸ء بیان فرماتے ہیں حالانکہ



اس سے پہلے اسی مقالہ میں قیام مدرسہ کی تاریخ ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء تحریر فرمائی ہے اور بقول ان کے ۷-۸ برس کے بعد جب طلباء کی کثرت ہوئی تو یہ خیال پیدا ہوا کہ مدرسہ کا کوئی اپنا مستقل مکان ہونا چاہئے پھر تحریک چلی جگہ ملی، عمارت بنی اور پھر اس میں مدرسہ منتقل کیا گیا تو اشاعت علوم کا سلسلہ یہاں سے شروع ہوا تو ۱۸۶۶ء کے اتنے عرصے بعد ۱۸۰۸ء کیسے ہو گیا۔ کتابت کی غلطی کا بھی امکان ہو سکتا ہے۔

چانیا..... اس گندی اور متعفن جگہ سے جہاں شہر کا میلہ جمع کیا جاتا تھا سید صاحب کو قیام دارالعلوم سے ایک سو سال پہلے (جسوقت وہاں غلاظت و گندگی کا ڈھیر تھا) علم کی بو آئی جسکو سید صاحب نے خود بیان کیا کہ مجھے یہاں سے علم کی بو آتی ہے یہ سید صاحب کا کشف اور غیب دانی کا بیان ہے کہ سو سال پہلے امور غیبیہ کو جان لیا اور قاری طیب صاحب نے اسکی تصدیق فرما کر لکھ دیا کہ ”جسکا ظہور سو سال بعد ہوا“۔

## قاری طیب پر اسمعیلی شرک کا فتویٰ

طیب صاحب نے یہ نہ دیکھا کہ ان کے امام اعظم مولوی محمد اسمعیل صاحب دہلوی تو اس کو شرک فرماتے ہیں کہ:

”کسی انبیاء اولیاء یا امام یا شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ پیغمبر خدا ﷺ کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے۔“

(تقویت الایمان صفحہ ۴۱)

قاری صاحب تو سید صاحب کے ایک سو سال پہلے جان لینے کی بات کر رہے ہیں اسٹعلیل صاحب حضور اکرم ﷺ کیلئے کل کی بات جان لینے کا بھی انکار کرتے ہیں، ایک حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

”کچھ چھو کروں نے گانے میں پیغمبر خدا کی تعریف میں یہ

بات کہی کہ ہم میں ایک نبی ہے کہ جانتا ہے کل کی بات“

(تقویت الایمان صفحہ ۴۱)

اس پر یہ ریمارک کہ:

”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی انبیاء اولیاء یا امام یا شہید

کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات

جانتے ہیں۔“

(تقویت الایمان صفحہ ۴۱)

اور لکھتے ہیں :

”سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر

ہیں اور نادان۔“

(تقویت الایمان صفحہ ۴۰)

اور لکھتے ہیں:

”اللہ صاحب نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ لوگوں

سے یوں کہہ دیں کہ غیب کی باتیں سوائے اللہ کے کوئی نہیں

(تقویت الایمان صفحہ ۳۶)

جانتا۔“

اور لکھتے ہیں:

”اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سوا اس عقیدے سے آدمی البتہ  
مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے.....  
پھر خود یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ  
کے دیے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح سے شرک  
ثابت ہوتا ہے۔“

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

## خدا اور غیر خدا کا فرق

عبارات مذکورہ کا حاصل یہ ہے کہ غیر خدا کے لیے غیب دانی کا ثبوت شرک ہے لیکن  
یہ غیب سید صاحب کو حاصل ہے۔ کل کی بھی نہیں بلکہ سو سال قبل جان لینے کی اگر قاری  
طیب صاحب اسکی تطبیق اور توجیہ یوں فرمادیں تو البتہ اس شرک اسمعیل صاحب سے  
نجات بھی مل جائیگی اور بات بھی بن جائیگی کہ اسمعیل صاحب نے غیر خدا کیلئے ثبوت  
علم غیب کو شرک کہا اور سید صاحب غیر خدا نہیں تو سب کام ٹھیک ہو جائے کیونکہ نفی غیر  
کی ہے اور سید صاحب غیر نہیں بلکہ (ان کے نزدیک، معاذ اللہ) عین خدا ہیں :

کذب صریح پر تبصرہ

حاشا..... قاری صاحب فرماتے ہیں کہ جس کشف اور غیب کی خبر سید صاحب نے دی

اس کا ظہور سو سال بعد ہوا۔ حالانکہ تاریخ قیام دارالعلوم ۱۸۶۶ء ہے اور اس جگہ پر عمارت وغیرہ ایک مدت کے بعد تعمیر کی گئی جس کا ذکر گزرا۔ اور سید صاحب کی تحریک جہاد کے آغاز کے بارے میں ماہ نوکراچی میں ہے:

”ہزار ہا مومن حضرت سید احمد شہید بریلی کی ندائے جہاد پر

لبیک کہتے ہوئے ان کے پرچم تلے اکٹھے ہو گئے اور ۲ دسمبر

۱۸۲۶ء کو ظالم سکھوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔“

(ماہ نوکراچی تحریک پاکستان نمبر صفحہ ۲۵-۲۶)

سید صاحب کے جہاد کے لیے روانہ ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

”۱۸۲۵ء میں سید صاحب شاہ صاحب اس فیصلہ کن جہاد کی

راہ پر چل پڑے انکی معیت میں سات ہزار سرفروش مسلمان

تھے“

(ماہنامہ ”ماہ نو“ کراچی خاص نمبر بیادگار تحریک آزادی صفحہ ۲)

مولوی عبدالرحمن گیلانی فرماتے ہیں:

”حج سے واپسی کے بعد آپ (اسمعیل) نے سید صاحب کی

معیت میں ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں کا دورہ

فرمایا اور بے شمار مخلوق آپ سے فیضیاب ہوئی ۱۲۳۱ھ میں

آپ نے جہاد کی غرض سے اپنے وطن مالوف کو خیر آباد کہا

اور سید صاحب کے ساتھ یاغستان ہجرت فرمائی“

(مقدمہ تقویت الایمان صفحہ ۶ مطبوعہ سن پورہ لاہور)

پس ۱۸۲۶ء نہ سہی ۱۸۲۵ء ہی کو سید صاحب روانہ ہوئے ہیں اور اثنائے راہ میں اس گندی جگہ پر یہ بشارت سناتے ہیں جسکا آغاز ۱۸۶۶ء میں ہوا تو اس اعتبار سے درمیانی مدت اکتالیس سال ثابت ہوئی مگر قاری صاحب اس کو سو سال سے زیادہ تحریر فرما رہے ہیں۔ یہ ہے قاری صاحب کے صدق و دیانت کی واضح دلیل۔ آگے داستان دارالعلوم دیوبند ملاحظہ ہو، قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

جائے غلاظت پر حضور ﷺ کا نشانہ ہی فرمانا

”حضرت مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی قدس سرہ مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند (یہ نقشبندی خاندان کے اکابرین سے تھے صاحب کشف ارادات اور صاحب کرامت بزرگ تھے) کے زمانہ اہتمام میں عمارت مدرسہ تجویز ہوئی اور اس کی پہلی بنیاد کھود کر تیار کی گئی اور وقت آ گیا کہ اسے بھرا جائے اور اس پر عمارت اٹھائی جائے کہ مولانا علیہ الرحمۃ نے خواب دیکھا کہ اس زمین پر حضرت

اقدس نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور عصا ہاتھ میں ہے حضور نے مولانا سے فرمایا شمال کی جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا اور آپ نے عصائے مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر نشان لگایا کہ بنیاد یہاں سے ہونی چاہئے تاکہ مدرسے کا صحن وسیع رہے (جہاں تک اب صحن کی لمبائی ہے) مولانا علیہ الرحمۃ خواب دیکھنے کے بعد علی الصبح بنیادوں کے معائنے کے لیے تشریف لے گئے تو حضور ﷺ کا نشان لگایا ہوا اسی طرح بدستور موجود تھا مولانا نے پھر نہ میجروں سے پوچھا نہ کسی سے مشورہ کیا اسی نشان پر بنیاد رکھوادی۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۷۸ فروری مارچ ۱۹۷۰ء)

اس سے مدرسہ کی عظمت کا حال بخوبی واضح کہ حضور اقدس ﷺ بذات خود اس کام میں شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا خادم بھی معصوم ہے

قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

”اس دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو تمام اہل اللہ

اور اکابرین جمع ہی نہیں تھے بلکہ ان کے قلوب میں ایک عجیب بشارت و کیفیت کا نور موجزن تھا سنگِ بنیاد میں جس سے پہل کرنے کو کہا جاتا تو وہ یہی کہتا نہیں فلاں صاحب سے ابتدا کرائی جائے وہ ہم سب کے بڑے اور اسکے اہل ہیں گویا بے نفسی کا یہ حال تھا کہ اپنے کو کم تر سمجھ کر کوئی بھی آگے نہیں بڑھتا تھا بالآخر اینٹ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری سے رکھوائی گئی اور اس کے ساتھ ہی حضرت نانوتوی نے حضرت میاں جی منے شاہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا اور فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جنہیں صغیرہ گناہ کا بھی کبھی تصور نہ آیا تو انہوں نے حضرت محدث سہارنپوری کے ساتھ اینٹ رکھی۔“

(ماہنامہ "ارشید" لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر ص ۱۳۹ فروری ۱۹۶۷ء)

ہے کوئی جو قاری طیب صاحب سے پوچھے کہ حضرت تمام اہل اللہ سے مراد ساری دنیا کے اہل اللہ ہیں یا سارے ہندوستان کے پھر وہ کون سا مہیاسِ ولایت ہے جس سے آپ نے جان لیا کہ تمام اہل اللہ جمع ہی نہیں تھے بلکہ ان کے قلوب میں ایک عجیب بشارت و کیفیت کا نور موجزن تھا ان کے قلوب کی نورانی کیفیت کو آپ نے کیسے دیکھ لیا، کیا یہ غیب نہیں ہے؟ میاں جی منے شاہ کی ساری زندگی کا برہمہ پیدائش سے موت تک کے نہ سہی اس وقت تک کے ہی سہی ان کا ہر عمل اعلانیہ اور خفیہ

احوال و اقوال ہی پر موقوف نہیں بلکہ ان کے خیالات و تصورات کا بھی احاطہ فرمایا اور ان کو ایسا معصوم بتایا کہ انھیں گناہ صغیرہ کا بھی تصور کبھی نہیں آیا۔ آپ کے اکابر تو اس غیب دانی کو شرک فرماتے ہیں اور قائل کو مشرک کہتے ہیں دیکھئے آپ کے امام اول مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

## شرک کا فتویٰ

”جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری و تندرستی، کشائش و تنگی، مرنا جینا، غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال وہ ہم میرے دل سے گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے“

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

پھر اس سے آگے لکھتے ہیں:

”یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے“

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

میاں جی نے شاہ صاحب کا حال اور وہم و گماں جو بھی ان کے دل پر گزرتا ہے اسکی



نانوتوی صاحب کو تو ہر آن خبر ہے اگر خبر نہیں تو اس جزم کے ساتھ کیسے فرما دیا کہ انہیں  
صغیرہ گناہ کا بھی کبھی تصور نہ آیا۔ مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں

”کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا  
فلانے کی شادی کب ہوگی یا فلانے درخت کے کتنے پتے  
ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ  
نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی  
جانتا ہے رسول کو کیا خبر“

(تقویت الایمان صفحہ ۸۲)

گویا رسول اللہ ﷺ کو کچھ خبر نہیں مگر دیوبندی علماء کو ہر چیز کی نہیں بلکہ اراداتِ دل کی  
بھی خبر ہے۔

الحاصل۔ اکابرین علمائے دیوبند کے نزدیک (معاذ اللہ) رسول نادان بے خبر ہیں  
رسول کو کیا خبر مگر دارالعلوم دیوبند کا خدمتگار سب کچھ جانتا ہے اس سے کوئی شے کوئی  
کیفیت پوشیدہ نہیں۔ استعفر اللہ العظیم

## نبی سے دیوبندی کا موازنہ

یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ حضرت میاں جی منے شاہ ایسے معصوم ہیں کہ جن کو

کبھی گناہ صغیرہ کا تصور بھی نہیں آیا حالانکہ علماء دیوبند انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ التسلیم کو بھی لغزشوں سے متہم کرتے اور گناہ گار بتاتے ہیں۔ جامع المجدین دیوبند حکیم الامتہ تھانہ بھون مولوی اشرف علی صاحب، سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

”اور اس عورت (زلیخا) کے دل میں تو ان کا خیال (عزم کے درجے میں) جم ہی رہا تھا اور ان (یوسف علیہ السلام) کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا“

(ترجمہ قرآن مجید اشرفی پارہ ۱۲-سورۃ یوسف آیت ۲۳)

مردان حلقہ دیوبند میں ہے کوئی ایسا بہادر جو ہمت کر کے ذرا تھانوی صاحب سے معلوم کرے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس عورت کا معاذ اللہ کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا یہ کس کلمہ کا ترجمہ بیان فرمایا مگر میں جانتا ہوں کہ تھانوی صاحب اور ان کی پوری ذریت دیوبند کو اس سے کوئی غرض نہیں کلمہ نہ سہی نہ سہی تھانوی صاحب کی ہمت تو دیکھئے کہ یوسف علیہ السلام کے دل میں زلیخا کا خیال پیدا تو کر دیا اگرچہ کچھ کچھ ہی سہی مگر خیال تو آیا اور اس کے مقابل حضرت میاں جی منے شاہ صاحب کے دل میں تو کبھی گناہ صغیرہ کا بھی خیال نہ آیا نتیجہ یہ نکلا کہ خدام مدرسہ دیوبند کو وہ مرتبہ حاصل ہے جو معاذ اللہ انبیاء مرسلین کو بھی حاصل نہیں۔ اس میدان میں مولوی اشرف علی صاحب تنہا ہی نہیں بلکہ تمام دیوبندان کا شریک حال ہے۔ ہے دنیائے دیوبند میں کوئی مرد

مجاہد و غازی میدان جس نے ان گستاخانہ عبارات کا نوٹس لیا ہو؟ احتجاج کیا ہو؟ کوئی نہیں بلکہ سب اسکی تائید اور تصدیق ہی کرتے رہے۔ دیوبند کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن سے پوچھو وہ فرماتے ہیں:

## انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی

”اور البتہ عورت (زلیخا) نے فکر کیا اس (یوسف) کا اور

اس (یوسف) نے فکر کیا عورت (زلیخا) کا“

(ترجمہ قرآن مجید مولوی محمود الحسن یہی مقام مطبوعہ تاج کتبئی نمبر ۱۳۱، صفحہ ۴۱۰)

مولوی شبیر احمد عثمانی اسکی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں:

”یعنی یوسف کے دل میں کچھ رغبت و میلان بے اختیار پیدا ہوا“

(حاشیہ قرآن مجید آیت مذکور)

معلوم ہوا کہ رغبت و میلان پیدا ضرور ہوا اگرچہ بے اختیاری میں مگر حضرت میاں جی نے شاہ کا مرتبہ معاذ اللہ ان سے بہت بلند و بالا ہے کہ کبھی کسی حال میں خطرہ گناہ صغیرہ نے بھی حاشیہ قلب میں کسی طرح بھی رسائی نہ پائی۔

پھر یہ بات صرف یوسف علیہ السلام ہی تک محدود نہیں بلکہ علماء مدرسہ دیوبند کی جس نبی پر بھی نظر پڑی عیب سے بری نہ پایا۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سیدنا آدم

الطیبات کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے“  
(ترجمہ قرآن مجید پارہ ۱۶۔ سورۃ طہ آیت ۱۲۱ مطبوعہ تاج کمپنی نمبر ۶۲ صفحہ ۳۶)

مولوی محمود الحسن شیخ الہند دیوبند فرماتے ہیں:

”حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا“  
(ترجمہ قرآن کریم محمود الحسن یہی مقام تاج کمپنی نمبر ۱۲۱ صفحہ ۵۵۲)

پس علماء دیوبند نے انبیاء کرام علیہم السلام کی لغزشوں کو نص سے ثابت کر دیا مگر میاں جی منے شاہ صاحب، گناہ تو بہر حال گناہ ہے، گناہ کے خیال سے بھی پاک ہیں۔

## دارالعلوم سر اپا نور ہے

اب آگے دارالعلوم کی داستان سنئے۔ قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ  
اولین صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کا مکاشفہ اپنے بزرگوں  
سے بار بار سننے میں آیا کہ میں دارالعلوم کی وسطی در سگاہ نو  
درہ سے عرش تک نور کا مسلسل سلسلہ دیکھتا ہوں جس  
میں کہیں بھی بیچ میں فصل یا انقطاع نہیں“

(ماہنامہ ”الرشید“ لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۰ فروری مارچ ۱۹۷۰ء)

انصاف انصاف لہذا انصاف ذرا ان عبارات کا مقابلہ تو کیجئے کہ سید المحبوبین محمد ﷺ تو علماء دیوبند کے نزدیک آدمی کے قلبی ارادات بلکہ حاضر حالات اور ایک درخت کے پتوں کی تعداد بھی نہیں جانتے صاف لکھ دیا ”رسول کو کیا خبر“ مگر دارالعلوم دیوبند کے ایک ادنیٰ خادم سے عرش بھی پوشیدہ نہیں وہ زمین نودرہ دیوبند سے عرش اعظم تک نور کی کیفیات کو دیکھ رہا ہے اور علماء دیوبند اسکی تصدیق فرما رہے ہیں اگر کوئی یہی بات محمد ﷺ کی شان میں کہہ دیتا تو قیامت آجاتی، ملت دیوبند یہ اسکو مشرک اور مرتد بنا ڈالتی۔

## دارالعلوم کی زمین بھی مشکل کشا ہے

قاری طیب صاحب مزید فرماتے ہیں:

”اس لئے بزرگوں کا بلکہ خود اپنا بھی تجربہ یہ ہے کہ مشکل سے مشکل مسئلہ جو بہت سے مطالعے سے بھی حل نہیں ہوتا اس درسگاہ میں بیٹھ کر پڑھنے سے حل ہو جاتا ہے اور اس میں شرح صدر نصیب ہوتا ہے۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ لاہور مذکورہ صفحہ ۱۳۰ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

معلوم ہوا کہ درسگاہ دیوبند میں بیٹھنے سے مشکلیں حل ہو جاتی ہیں اور شرح صدر نصیب ہو جاتا ہے۔ پس درسگاہ دیوبند مشکل کشا بھی ہے اور کشاف الصدور بھی ہے مگر مولیٰ

علیؑ کو مشکل کشا کہنا یا محمد رسول اللہﷺ کو مشکل کشا سمجھنا علماء دیوبند کے نزدیک شرک ہے مولوی اسماعیل صاحب لکھتے ہیں:

”مرادیں پوری کرنی حاجت برلانی بلائیں ثانی مشکل میں  
دہگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء  
کی پیر شہید کی شان نہیں جو کوئی کسی اور کو ایسا تصرف ثابت  
کرے..... سو مشرک ہو جاتا ہے“

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

پھر اس کے آگے لکھتے ہیں:

”پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے  
خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہر طرح  
شرک ثابت ہوتا ہے“

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

غور طلب یہ امر ہے کہ اس درس گاہ کو نسبت ہے ”درس“ سے اور ”درس“ کو نسبت ہے  
”مدرس“ سے اتنی نسبتوں کے بعد اس کے فیض کا یہ عالم ہے کہ جو بھی مشکل مسئلہ ہو  
وہاں بیٹھ جانے سے حل ہو جاتا ہے اور شرح صدر بھی ہو جاتا ہے تو علماء مدرسہ دیوبند کا  
مرتبہ کتنا عظیم ہوگا۔

## دارالعلوم مغفرت کی جگہ ہے

قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا یہ بھی مکاشفہ ہے کہ درسگاہ نودرہ کے سامنے صحن میں درسگاہ کے ایک دو گز کے فاصلے پر اگر کسی جنازے کی نماز پڑھی جائے تو وہ مغفور ہو جاتا ہے اس لئے اس احقر (محمد طیب) نے اس جگہ کی تشخیص کے بعد اس پریسٹ کا ایک چوکھٹا (نشان) بنوایا ہے اور اس پر جنازہ رکھ کر خواہ شہری ہو یا متعلقین مدرسہ ان کے جنازے کی نماز پڑھی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس جگہ کی مقبولیت صرف تعلیم تک اور صرف متعلقین مدرسہ تک محدود نہیں بلکہ عوام بھی اس سے فیضیاب ہو رہے ہیں خواہ مدرسہ کے تعلیم یافتہ ہوں یا نہ ہوں ہم القوم لا یشقی جلیسہم۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۴۰ فروری مارچ ۱۹۷۷ء)

قاری طیب صاحب نے پہلے تو دنیاوی مشکلات کی واسطے اس درسگاہ کی جانب حکم فرمایا کہ یہاں مشکل حل ہو جاتی ہے مشکل سے مشکل مسئلہ جو بہت مطالعہ سے بھی حل نہیں ہوتا وہ یہاں درسگاہ میں بیٹھ کر پڑھنے سے حل ہو جاتا ہے یہ دنیاوی ”مشکلات“ اور

ظاہری صعوبات کا حل تھا، اب عالم آخرت کی مشکلات کا حل بتایا جا رہا ہے کہ اس معروف جگہ پر کسی کا بھی جنازہ پڑھا جائیگا وہ مغفور ہو جاتا ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اگر میت مغفور ہوتی ہے تو طلب مغفرت کی کیا حاجت ظاہر ہے وہ مغفرت سے محروم ہوگا جب ہی تو حصول مغفرت کیلئے اس درسگاہ میں لائی گئی پھر یہ بھی کوئی تخصیص نہیں کہ کس قسم کا گنہگار ہو بلکہ صلائے عام ہے کہ کسی قسم کا مجرم گنہگار شقی ناپاکار ہو اس کو صحن مدرسہ میں لا کر نماز جنازہ پڑھ دو وہ مغفور ہو جاتا ہے یہ مرتبہ سوائے دارالعلوم دیوبند کے کسی کو مخلوق میں حاصل نہیں اگرچہ جناب محمد ﷺ ہوں (معاذ اللہ)۔ مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں:

”اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ لوگوں کو سنا دیوئیں کہ میں تمہارے نفع و نقصان کا کچھ مالک نہیں اور تم جو مجھ پر ایمان لائے اور میری امت میں داخل ہوئے سو اس پر مغرور ہو کر حد سے مت بڑھنا کہ ہمارا پایہ مضبوط ہے اور ہمارا وکیل زبردست ہے اور ہمارا شفیع بڑا محبوب ہے۔ ہم جو چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچالے گا کیونکہ یہ بات محض غلط ہے اس واسطے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کوئی کہیں بچاؤ نہیں جانتا سو دوسرے کو کیا بچا سکوں۔“



اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص خود اپنے کو نہ بچا سکے گا وہ دوسرے کو کیا بچاے گا تو معاذ اللہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خود کو بھی نہیں بچا سکے مگر احاطہ دارالعلوم دیوبند میں کیسا بھی شقی ظالم بدکار آجائے اگرچہ مرنے کے بعد اس کے جنازے کی نماز یہاں پڑھ دی جائے وہ مغفور ہو جاتا ہے یہ مغفرت عام دارالعلوم میں جاری و ساری ہے۔ نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ محمد یعقوب صاحب کے مکاشفہ کا یہ عالم ہے کہ وہ میت کے حالات غیبیہ کو بخوبی جانتے ہیں کہ وہ مغفور ہے اور آئندہ مغفور ہو جانے کی بابت بھی۔ معلوم ہوا کہ محمد یعقوب صاحب سے کوئی مغفور و مغضوب پوشیدہ نہیں اگرچہ تمام عالم کے لئے نہ سہی تو کم از کم متعلقین مدرسہ کے بارے میں تو ان کو یہ علم ضرور حاصل ہے مگر علماء دیوبند جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ بے خبر و نادان بتاتے ہیں (حوالہ گزرا)۔ نیز اسمعیل صاحب فرماتے ہیں:

”جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کریگا خواہ دنیا میں خواہ

قبر میں خواہ آخرت میں سوا اسکی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی

کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسروں کا“

(تقویت الایمان صفحہ ۴۲)

اس میں کیا شک ہے کہ جو شخص دنیا میں اپنا ہی حال نہ جان سکے وہ قبر کا حال کیا جانے اور جو قبر کا حال نہیں جان سکتا وہ آخرت کا حال کیا جان سکے گا اور جب اپنا ہی حال نہ جان سکے گا تو دوسرے کا حال کیا جانے گا پس دیوبندیوں کے نزدیک معاذ اللہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ آخرت و قبر تو کیا دنیا ہی میں اپنا حال نہیں جان سکتے تو

دوسرے کا حال کیا جان سکیں گے یہ رتبہ تو صرف اور صرف خادمانِ دارالعلوم دیوبند کو حاصل ہے کہ وہ ہر ایک کا حال سر زمین دیوبند میں بیٹھ کر دیکھ رہا ہے حتیٰ کہ قبر اور حالاتِ آخرت پھر مغفور ہونے کی بشارت دے رہا ہے۔

یہ بات بھی طلبِ غور ہے کہ اس صحن کو (جہاں جنازہ رکھ کر پڑھا جاتا ہے) نسبت حاصل ہے درسگاہ سے اور درسگاہ کو نسبت ہے درس سے اور درس کو نسبت ہے مدرس سے اور وہ ہیں خادمانِ دارالعلوم دیوبند تو اتنی نسبتوں کے بعد ان کا یہ فیض تام کہ کیسا ہی شقی ہو یہاں لا کر اس کی نماز جنازہ پڑھ دو تو وہ مغفور ہو جائیگا۔ مگر وائے حسرتا دیوبندیوں اور وہابیوں کے نزدیک سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کو خاص نسبت ہے جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے کہ وہ صاحبزادی ہیں مگر وہ اس نسبتِ فیض سے محروم جو دارالعلوم کے احاطہ میں ہے۔

مولوا سلعیل صاحب فرماتے ہیں:

”پکارا پیغمبر خدا ﷺ نے ..... اے فاطمہ بچا تو اپنی جان کو  
آگ سے! مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام  
آؤنگا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ“

(تقویت الایمان، صفحہ ۵۴)

ظاہر ہوا کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کام بھی نہیں آسکتے چہ جائیکہ کسی غیر کو دوزخ سے بچالیں مگر دارالعلوم دیوبند کو

یہ مرتبہ حاصل ہے کہ کوئی بھی شخص اگرچہ وہ متعلقین مدرسہ سے ہو یا غیر یہاں اسکی نماز جنازہ پڑھتے ہی مغفور ہو جاتا ہے۔

ہم نے قاری محمد طیب صاحب، مہتمم دارالعلوم دیوبند، کے مقالہ سے چند اقتباس پیش کئے۔ حلقہ دیوبند میں قاری صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں بلکہ اس زمانہ میں فخر زمان دیوبند کہا جائے تو بجا ہے۔ ہر دیوبندی کے نزدیک ان کا احترام مسلم، ان کی ذات پر تمام دیوبندیوں کو ناز ہے، ان کے کلام میں کسی کو کلام نہیں جو فرما دیا وہ سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

## قاری طیب فرشتوں سے زیادہ معصوم ہیں

قاری عبدالعزیز صاحب شوق، صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور فرماتے ہیں:

طیب الصورت ہیں اور طیب الاخلاق ہیں  
 آپ اپنے نام کے ہر طور سے مصداق ہیں  
 آپ ہیں بیشک وحید العصر اے والا جناب  
 عالموں میں آپکا ممکن نہیں کوئی جواب  
 آپ کا تقویٰ فرشتوں سے فزوں پاتے ہیں ہم  
 آپ کے صدق و دیانت کی قسم کھاتے ہیں ہم

(ماہنامہ "الرشید" دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۶۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

(نوٹ) انسان میں بنائے شرف و بزرگی علم ہے قرآن کریم میں ہے:

انما يخشى الله من عباده العلماء

یعنی

”اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں“

مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں:

”پنجیغیر خدا نے فرمایا) سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے

کہ اللہ کے احکام سے واقف ہوں لوگ غافل ہیں“

(تقویت الایمان صفحہ ۹۳)

معلوم ہوا کہ مخلوق میں شرف و امتیاز علماء کو سب سے زیادہ ہے اور علماء میں قاری طیب صاحب وحید العصر یعنی یکتائے زمانہ ہیں ان کا جواب ناممکن اور اس شعر نے ثابت کرایا کہ قاری طیب فرشتوں سے بھی زیادہ معصوم ہیں:

آپ کا تقویٰ فرشتوں سے فزوں پاتے ہیں ہم

آپ کے صدق و دیانت کی قسم کھاتے ہیں ہم

(ماہنامہ ”الرشید“ دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۶۵ فروری مارچ ۱۹۷۷ء)

تقویٰ بمعنی پرہیزگاری، اس بناء پر فرشتوں کے معصوم ہونے پر ایمان ہے مگر طیب صاحب کی پرہیزگاری فرشتوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ صوفی محمد اقبال صاحب قریشی

فرماتے ہیں:

” نظریاتی اعتدال میں تو دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کا رسالہ دیکھنے کے قابل ہے۔“

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی ربیع الآخر ۱۹۶۷ء)

اور فرماتے ہیں:

” حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہ کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان نے فرمایا کہ ”یہ مقالہ سراسر الہامی معلوم ہوتا ہے (ماہنامہ ”الصدیق“ اگست ۱۹۶۳ء) اس لئے بندہ برادر محترم مولانا عبدالرشید صاحب مدظلہ کے ارشاد پر باوجود ضعف و علالت کے اسکی تلخیص شروع کرتا ہے واللہ المستعان و علیہ التکلان بندہ محمد اقبال قریشی خادم مجلس صیانتہ المسلمین ہارون آباد ۱۰ رجب ۱۳۹۵ھ۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

## دارالعلوم منبع ولایت

دارالعلوم دیوبند سے جس چیز کو بھی نسبت ہوگئی وہ الہامی بن گئی کیونکہ یہاں کا ہر شخص

ولی کامل ہے۔ مفتی شفیع صاحب دیوبندی کراچی فرماتے ہیں:

”میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد یسین صاحب دارالعلوم کے قرن اول کے طلباء میں سے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا جب اسکے ایک چپراسی سے لیکر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر شخص صاحب نسبت ولی کامل تھا۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ ۱۱ ہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

عالم موجودات میں صرف اور صرف دارالعلوم دیوبند کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے فیض سے تمام مخلوق کو بہرہ ملا اور حصہ پہنچا حتیٰ کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ بھی (معاذ اللہ) اسی مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے شاگرد رشید مولوی خلیل احمد نیٹھی دونوں بالاتفاق فرماتے ہیں اور دیگر علماء دیوبندی اسکی تصدیق و تصویب پر مہر لگاتے ہیں کہ:

”مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی بارگاہ پاک میں بہت ہے کہ صد ہا عالم یہاں سے پڑھ کر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات و ضلالت سے نکالا یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند

سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی سبحان اللہ اس سے  
مرتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔“

(”براہین قاطعہ“ کتب خانہ امدادیہ دیوبند صفحہ ۲۶)

یہ ہے دارالعلوم دیوبند کی مختصر سی داستان کہ اس سانچہ میں ڈھلنے والے ہر پرزے کو  
دیوبندی کہا جاتا ہے۔

## حاصل کلام

حقیقت یہ ہے کہ دنیائے دیوبند جو اپنے عقائد و نظریات میں منفرد اور اپنے مسلک و  
افکار میں ممتاز ہیں انکا وجود اس دارالعلوم سے پہلے بھی تھا جبکہ دارالعلوم دیوبند عالم  
خیال میں بھی موجود نہ تھا لیکن ان کو مرکزی حیثیت حاصل نہ تھی۔ جب دارالعلوم  
دیوبند عالم وجود میں آیا اور اس نے شرف مرکزیت پایا اور یہاں سے اپنے عقائد و  
افکار کی ترویج و اشاعت کا موقع پایا تو اپنے عقائد و افکار کے اعتبار سے یہ لوگ  
دیوبندی کہلانے لگے۔

**جان برادر!** دین مجموعہ اعمال کا نام نہیں بلکہ مجموعہ عقائد کا نام دین ہے۔ اختلاف  
اعمال کے سبب دین نہیں بدلتا مگر اختلاف عقائد کی بناء پر دین بدل جاتا ہے مثلاً  
قادیانی کہ نماز و روزہ وغیرہ اعمال میں فرق نہیں کرتے مگر عقائد میں کہ حضور اکرم ﷺ

کو آخری نبی نہیں جانتے بلکہ ظلی اور بزوری نبی کی آمد کا عقیدہ رکھتے ہیں اس بناء پر ان کا دین بدل گیا وہ اسلام سے خارج ہو گئے اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں مگر اسلام ان کو قبول نہیں کرتا۔ بعینہ یہی نقشہ دارالعلوم دیوبند میں بیٹھ کر تیار کیا گیا۔ ایک عظیم ڈرامہ ترتیب دیا گیا مختلف عقائد کے رنگ میں نئے روپ دھارے گئے ایک مسلک غیر مانوس، جس سے مسلمانان ہند واقف نہ تھے، کا مجسمہ تیار کیا گیا اور خوشنما بلبوسات سے زینت دیا گیا۔ سجا بنا کر عوام الناس اہل ہند کے سامنے پیش کیا گیا۔ کتنے سادہ لوح مسلمان اسکی ظاہری شکل اور رنگ و روغن پر فریفتہ ہو گئے بہت سے ڈولہ کے ساتھ براتی بن گئے بھیڑ ہوتی گئی کام بنتا گیا ادھر تو اعلان کیا جا رہا ہے کہ قیام دارالعلوم کی غرض و غایت ایمان و اسلام کی حفاظت ہے مگر در پردہ ایک سازش کام کر رہی ہے۔

## بنیادی ترکیب

مولوی عبید اللہ سندھی (جو معتبر راویان و ہابیہ دیوبندیہ سے ہیں) فرماتے ہیں:

” مولانا محمد اسحاق مکہ معظمہ میں اپنے بھائی مولانا محمد

یعقوب دہلوی کو اپنے ساتھ لے گئے اور دہلی میں مولانا

مملوک علی کی صدارت میں مولانا قطب الدین دہلوی مولانا

منظفر حسین کاندھلوی اور مولانا عبدالغنی دہلوی کو ملا کر ایک



بورڈ بنا دیا جو اس نے پروگرام کی اشاعت کر کے نئے سرے سے جماعتی نظام پیدا کرے یہی جماعت جو آگے چل کر دیوبندی نظام چلاتی ہے الغرض امام ولی اللہ کی اجتماعی تحریک کو نئی نہج پر ڈالنے میں شاہ محمد اسحاق کی اس اصابت رائے کا نتیجہ تھا کہ بعد میں دہلی مدرسہ کے نمونے پر دیوبند میں جو درسگاہ قائم کی گئی اس نے پچاس سال کے عرصے میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔“

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک صفحہ ۱۳۳-۱۳۵)

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ نیا پروگرام کیا تھا جس کی اشاعت کیلئے نئے سرے سے جماعتی نظام پیدا کیا گیا جو آگے چل کر دیوبندی نظام کہلاتا ہے جسکو شاہ ولی اللہ صاحب کے نام کا خوبصورت چلن ڈال کر شہرت دی جاتی ہے حقیقتہً وہ مولوی اسمعیل صاحب کی تحریک و ہایت کو عملی جامہ پہنانا تھا اسکی لوح پر شاہ ولی اللہ کا لیلبل لگانا تھا۔ خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

”جانشینانِ محدثین دہلی نے اس سلسلے میں بھی بہت کام کیا شاہ اسمعیل شہید اور سید احمد شہید بریلوی نے اس بارے میں بہت مضبوط موقف اختیار کیا یہی وجہ ہے کہ مبتدعین کی نظر میں سب سے زیادہ یہی دو افراد کھٹکتے ہیں ان حضرات

کے بعد اکابر دیوبند کی باری آتی ہے۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ لاہور صفحہ ۱۲۳ ماہ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

## دین ادہا بیت کا نعم البدل

اس سے ظاہر ہو گیا کہ دیوبندی حضرات مولوی اسماعیل صاحب کے نقش قدم پر ہیں۔

وہابیہ کے جدید امام اور اپنی طرز کے نئے لیڈر ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

”سید احمد صاحب کے خطوط اور ملفوظات اور شاہ اسماعیل

شہید کی منصب امامت طبقات تقویت الایمان اور دوسری

تحریریں دیکھئے دونوں جگہ وہی شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان

بولتی نظر آتی ہے۔“

(تجدید و احیائے دین صفحہ ۱۱۳)

## قصر دیوبندیت کی اساس

الغرض قصر وہابیت کے طلسم ہو شر باکو دارالعلوم دیوبند کے نام سے موسوم کر کے شاہ ولی

اللہ صاحب کے نام کا بورڈ لگایا گیا کہ سستی شہرت حاصل ہو جائے۔ مودودی صاحب

کے بیان سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کی

تصانیف خصوصاً تقویت الایمان کو اس دین جدید میں اساسی حیثیت حاصل ہے اور

وہ حلقہ دیوبند میں بہت مقبول ہے جسکو ولی اللہ صاحب کی زبان بتایا جا رہا ہے نیز  
مورودی صاحب فرماتے ہیں:

”سید (احمد) صاحب اور شاہ اسماعیل صاحب دونوں روحاً  
اور معنأً ایک وجود رکھتے ہیں اور اس وجود متحد کو میں مستقل  
بالذات مجدد نہیں سمجھتا بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تجدید کا  
نتیجہ سمجھتا ہوں۔“

(تجدید و احیائے دین صفحہ ۱۱۵)

معلوم ہوا کہ مولوی اسماعیل کی تحریک کو شاہ ولی اللہ صاحب سے منسوب کیا گیا اور دلیل  
یہ پیش کی کہ تصانیف مولوی اسماعیل، شاہ صاحب کی ہی بولتی زبان ہیں حالانکہ شاہ  
صاحب کی تصانیف کثیرہ میں کہیں ایسی گندی زبان استعمال نہ کی گئی جیسی کہ اسماعیل  
نے کی۔ مثلاً تقویت الایمان صفحہ ۲۷ میں ہے:

”اور یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی

شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔“

تو مخلوق میں انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کو بھی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ  
چمار سے زیادہ ذلیل لکھا یہ شاہ ولی اللہ صاحب کی کس زبان کا ترجمہ ہے یا زبان کا  
بدل یا کوئی اصلی عبارت ہے جو ان کی کتاب میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الذین امنوا و عملوا الصلحت اولئک ہم

## خیر البریہ

(سورۃ البینہ، آیت ۷)

ترجمہ ”بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق  
میں بہتر ہیں“

اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کو تمام مخلوق سے اچھا فرمائے اور اسمعیل کافروں کی بدترین قسم  
چہار سے معاذ اللہ بدتر بتائے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين  
لا يعلمون

(آیت ۸ المنافقون)

ترجمہ: ”اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی  
کیلئے ہے اور منافقوں کو خبر نہیں“

اللہ تبارک تعالیٰ جسکو عزت والا فرمائے، مولوی اسمعیل ان کو ذلیل اور پھر چہار سے بھی  
زیادہ ذلیل بتائے کیا یہی شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان بول رہی ہے (معاذ اللہ ثم  
معاذ اللہ من هذا الخرافات) اسمعیل صاحب کی عبارت کا مطلب یہی ہوا کہ اللہ  
کی شان کے آگے چہار اتنا ذلیل نہیں جتنے (معاذ اللہ) انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ

والتسليم ہیں (استغفر اللہ ربی) یہ ایک ضمنی گفتگو تھی۔ الحاصل دیوبندی عقائد و افکار اور ان کا مسلک و نظریات بعینہ وہی ہیں جو مولوی اسمعیل صاحب نے وضع فرمائے جب ہی تو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ”تقویت الایمان“ کے بارے میں لکھ گئے کہ اس کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ معلوم ہوا کہ عین اسلام وہی ہے جو ان کو مولوی اسمعیل صاحب سے ملانہ وہ اسلام جو محمد رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہوا۔ اگر وہی اسلام پیارا ہوتا جسکو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا تو پھر نئے سرے سے جماعتی نظام پیدا کرنے کی کیا حاجت تھی مگر نیا نظام وہی ترتیب دینا تھا جسکو مولوی اسمعیل نے ابن عبد الوہاب سے اور ابن عبد الوہاب نے ابن تیمیہ سے پایا۔

اسمعیل دہلوی اور ابن عبد الوہاب دونوں ابن تیمیہ کے مقلد ہیں

مولوی عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں:

” شیخ الاسلام ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کے ماننے والوں

میں سے سرزمین نجد میں ۱۱۱۵ھ میں محمد بن عبد الوہاب پیدا

ہوئے انھوں نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی حزب ولی اللہ

میں بھی توحید کی دعوت اسی طرح موجود ہے اور شیخ الاسلام

ابن تیمیہ کا احترام بھی دونوں تحریکوں میں مسلم ہے۔“  
(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۹۲)

یہ وہی تحریک اسمعیلی ہے جسکو حزب ولی اللہ کا لبادہ پہنایا گیا۔ حزب وہابیت کے ترجمان جدید ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

”اگرچہ مولانا اسمعیل شہید رحمۃ اللہ نے اس حقیقت کو اچھی

طرح سمجھ کر ٹھیک وہی روش اختیار کی جو ابن تیمیہ کی تھی۔“

(تجدید و احیائے دین صفحہ ۱۳۱)

معلوم ہوا کہ مولوی اسمعیل اور محمد بن عبدالوہاب دونوں ہی ابن تیمیہ کے پیرو ہیں اور ان ہی سے اکتساب فیض کیا اگرچہ اسمعیل صاحب نے بالواسطہ محمد بن عبدالوہاب سے یہ فیض پایا مگر دونوں جگہ ابن تیمیہ کا قانون جاری ہے۔

## ابن تیمیہ کا دین

سید قاسم محمود صاحب ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

”ابن تیمیہ قرآن و حدیث کی لفظی تفسیر کرتے تھے خصوصاً

خدا تعالیٰ کی تجسیم کا نظریہ ان کے ذہن میں راسخ تھا۔“

(شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا قسط نمبر ۲ صفحہ ۵۰، کالم ۲، لاہور)

## علماء اسلام نے ابن تیمیہ کی تکفیر فرمائی

اسلام نے اللہ تعالیٰ کا جسم اور جسمانیات سے پاک ہونے کا عقیدہ مسلمانوں کو عطا کیا اور اس کے لئے جسم کا ثابت کرنا کفر فرمایا چنانچہ اس بناء پر ابن تیمیہ پر علمائے عصر نے کفر کا فتویٰ دیا۔ سید قاسم محمود صاحب لکھتے ہیں

”اکثر علماء نے ابن تیمیہ کو کافر اور ملحد قرار دیا بعض انہیں راہ ہدایت سے بھٹکا ہوا سمجھتے ہیں خصوصاً ابن بطوطہ ، عبدالوہاب تقی الدین سہکی اور حبان الظاہری کے نزدیک انہیں شیخ الاسلام کہنے والا بھی کفر کے دائرے میں داخل ہے۔“

(شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا قسط نمبر ۲ صفحہ ۵۰، کالم ۲، لاہور)

وہابیہ غیر مقلدین کے امام مولوی وحید الزمان صاحب ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”قال شيخنا ابن تيميه هو تعالى على عرشه فوق السموات.“

(هدية المهدي صفحہ ۱۰)

یعنی: ”فرمایا ہمارے بزرگ ابن تیمیہ نے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور اس کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے“

پھر لکھتے ہیں:

”عن ابن تیمیہ انہ تنزل کما انا انزل من  
المنبر و فی حدیث النزول یصعد الجبار الی  
کرسیہ والصعود والنزول والمجی والایتان“  
(حدیۃ المہدی ص ۱۱)

یعنی: ”ابن تیمیہ سے مروی ہے کہ بے شک وہ (اللہ تعالیٰ)  
اترتا ہے جس طرح میں اترتا ہوں منبر سے اور حدیث میں  
اترنا چڑھنا جبار کا اپنی کرسی کی طرف اور چڑھنا اور اترنا آنا  
اور جانا ہے۔“

ان ہی عقائد و نظریات پر دیوبندی دھرم کی عمارت قائم کی گئی اور اسی مذہب جدید کی  
اشاعت کیلئے دارالعلوم دیوبند کو مرکز بنایا گیا اور اس قسم کے انسان (جیسا کہ قاری  
صاحب نے بیان کئے) تیار کئے گئے یہاں کے ہر معاملے کو الہامی بتایا گیا۔ اور  
انگریز کی پالیسی پر عمل درآمد کرایا گیا اب دوسری طرف نظر ڈالئے مولوی عبید اللہ  
سندھی فرماتے ہیں:

”مدرسہ دیوبند کی مرکزی فکر اور اسکی سیاسی مصلحت کے  
اصول امیر امداد اللہ اور ان کے رفقاء مولانا محمد قاسم مولانا  
رشید احمد اور مولانا محمد یعقوب دیوبندی کی جماعت نے



متعین کئے تھے اس لئے دیوبندی پارٹی کی مرکزی جماعت  
میں وہ شخص شامل نہیں ہو سکتا جو یہ اصول کاملاً تسلیم نہ کرتا  
ہو۔“

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۱۵۰)

## دیوبندی جماعت میں مسلمانوں کے سوا ہندو اور عیسائی وغیرہ سب شامل ہو سکتے ہیں

قطع نظر اس کے کہ اس کے اصول الہامی ہوں یا اجتماعی مگر یہ بات واضح ہو جاتی ہے  
کہ اس مرکزی جماعت میں ہر مسلمان شامل نہیں ہو سکتا سوائے ان لوگوں کے جو ان  
کے وضع کردہ اصولوں پر کاملاً ایمان لانے والے ہوں اگرچہ وہ ہندو ہوں یا انگریز۔  
مولوی عبید اللہ سندھی دیوبند کے دائرہ کار کے متعلق فرماتے ہیں:

”ہم جس طرح اپنے نوجوان کو قرآن عظیم کی تعلیم کی مدد  
سے اس مقصد عالی کی طرف لے آتے ہیں اسی طرح اگر  
ہندو تعلیم یافتہ نوجوان ہم پر اعتماد کرے تو ہم اسکو ولی اللہ  
فلاسفی پڑھا کر بھگوت گیتا کی تعلیم کے ذریعہ اسی مقصد پر  
لے آئیں گے یہی طرز عمل ہمارا بائبل ماننے والی اقوام کے  
ساتھ رہیگا ہم ولی اللہ فلاسفی پر بائبل پڑھا کر ان کو بھی

انسانیت عامہ پر جمع کر دیں گے الغرض مولانا شیخ الہند (محمود الحسن) ہمیں تین چیزیں بتا گئے، اول یہ کہ آپ نے درجہ تکمیل میں شاہ ولی اللہ کا فلسفہ اور مولانا محمد قاسم کی حکمت داخل کرائی دوم سیاسی تحریک میں دیوبندی جماعت کیساتھ علیگڑھ پارٹی کو مساوی درجہ پر شامل کرنا منظور کر لیا سوم یہ کہ انڈین نیشنل کانگریس کے اندر جا کر بیرونی ممالک اسلامیہ کے سیاسیات سے علیحدگی اختیار کر کے کام کرنیکی راہ سمجھا۔“

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک صفحہ ۱۶۲)

اس سے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ دیوبندی پارٹی کا گٹھ جوڑ ہندوؤں اور انگریزوں سے ہو سکتا ہے مگر مسلمان سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکو اصول دیوبند اور قاسم صاحب کی حکمت خارج اور مانع ہے۔ ہر مسلمان کا عقیدہ قاسم صاحب کی حکمت کے مطابق نہیں۔ قاری طیب صاحب بھی اس حکمت کا اعتراف کرتے ہیں فرماتے ہیں:

”علمائے دیوبند کا مسلک تمام متکلمین کی عظمت کے ساتھ امام ابو منصور ماتریدی کا اتباع ہے لیکن یہاں بھی کلام معین کی پابندی و اتباع کے ساتھ تحقیق کا سہرا ہاتھ سے نہیں جانے دیا گیا۔ کلامی مسائل کے ساتھ علماء دیوبند میں

قاسمیت غالب جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی حکیمانہ تعلیم سے ماخوذ ہے۔“

(ماہنامہ ”ارشید“ دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۶۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

## دیوبندی دھرم عظمت کا نمونہ

معلوم نہیں کہ حلقہ دیوبند میں متکلمین کی عظمت کا کیا مفہوم ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں محمد قاسم صاحب نانوتوی (جنکی حکیمانہ تعلیم پر یہ مدرسہ چل رہا ہے) فرماتے ہیں:

”انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل آئیں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔“

(”تخذیر الناس“ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند صفحہ ۴)

## دیوبندی، اللہ کے رسول ﷺ سے روٹیاں پکواتے ہیں

دیوبندیوں میں جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا یہ حال ہے تو معظمان دین کی عظمت کا کیسا بدترین سلوک ہوگا اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں، مولوی عاشق الہی میرٹھی جو رشید احمد

گنگوہی کے خلیفہ ہیں، فرماتے ہیں:

”ایک دن اعلیٰ حضرت (امداد اللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھادج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور آپ کی بھادج سے فرمایا کہ ”اٹھ“ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اسکے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ اعلیٰ حضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی (رشید احمد) محدث گنگوہی سے شروع ہوئی اس لئے کہ علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں۔“

(”تذکرۃ الرشید“ جلد اول صفحہ ۳۶ مکتبہ بحر العلوم، این بی ۱۶/۸ غلام شاہ اسٹریٹ، جوٹا مارکیٹ، کراچی)

حلقہ دیوبندیت میں سیدنا وعلیٰنا واماؤنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ ان کو علماء دیوبند کیلئے کھانا پکانے کی خدمت کیلئے مقرر کیا گیا معاذ اللہ۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی حکیمانہ تفسیر کا ذکر مولوی حکیم انیس احمد صدیقی صاحب اس طرح کرتے ہیں:

”حضرت مولانا (محمد قاسم) نانوتوی نے قرآن حکیم کی بعض سورتوں اور آیتوں کی تفسیر لکھی ہے مثلاً معوذتین کی تفسیر ماہنامہ القاسم دارالعلوم دیوبند میں شائع ہو چکی ہے اور حضرت کے بعض رسائل میں بھی موجود ہے اور حضرت

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اسکا اختصار اپنی تفسیر کے حاشیہ میں نقل فرمایا اسی طرح بعض آیات کی تفسیر آپ کے مطبوعہ رسائل میں موجود ہے آیت خاتم النبیین کی حکیمانہ اور محققانہ تفسیر رسالہ تحذیر الناس میں موجود ہے۔“

(ماہنامہ ”الرشید“ لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۵۷ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

## آیت خاتم النبیین کی حکیمانہ تفسیر

آیے مولوی محمد قاسم صاحب کی حکیمانہ اور محققانہ تفسیر آیت خاتم النبیین کا مطالعہ کریں۔ لیجئے یہ تحذیر الناس ہے اس میں مولوی قاسم صاحب لکھتے ہیں:

”اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم (ﷺ) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔“

(تحذیر الناس کتبخانہ اعزازیہ دیوبند صفحہ ۲-۳)

قاسم صاحب کی حکیمانہ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ انبیاء سابق کے بعد سمجھنا اور آخری نبی جاننا عوام کا خیال ہے عقلمندوں کے نزدیک اول و آخر میں بالذات کوئی فضیلت ہی نہیں پھر بطور مدح خاتم النبیین فرمانا صحیح ہی نہ ہوگا۔ پھر اس کے بعد لکھا:

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی

خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا“

(تخذیر الناس کتبخانا اعزازیہ دیوبند صفحہ ۲۴)

اس حکیمانہ اور محققانہ تفسیر کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس معنی کر خاتم النبیین نہیں کہ آپ آخری نبی ہوں بلکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو پھر بھی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ یہ ہیں عقائد علماء دیوبند کے خدو خال انہیں جیسے اختلافات عقائد کی بنا پر دیوبندی افراد اپنے دین و ملت میں منفرد اور ایمان و عقائد میں ممتاز ہیں۔

## اکابر میں علماء دیوبند کا تعارف

اکابر علماء دیوبند کا تذکرہ مولوی حسین احمد صاحب مدنی، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، یوں فرماتے ہیں:

”حضرت شمس الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ

اللہ علیہ اور حضرت شمس العلماء مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب و مولانا مولوی اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجود اور دیگر حضرات علماء دیوبند، سہارنپور اور امر وہہ و مراد آباد وغیرہ وغیرہ ایک ہی چمنستان ہدایت کے گلہائے شگفتہ اور ایک ہی گلستان سعادت کے سروہائے زینت دہندہ ہیں۔ باغبانے امداد الہی کے یہ جملہ حضرات اشجار ثمرہ اور خاندان ہائے ولی اللہی کے یہ سب نونہال درختہائے مزرہ ہیں طرق اسانید حضرت شیخ عبدالغنی الدہلوی ثم المدنی اور حضرت مولوی احمد علی صاحب قدس اللہ سرہما العزیز۔ ان اکابر کی ذات پاک سے مسلسل الی غیر انتہایہ ہیں اور انہار برکات طرق اربعہ خصوصاً طریقہ چشتیہ، صابریہ، قادسیہ، امدادیہ ان کے نفوس طیبہ سے جاری لالی الغایہ ہیں۔ الحاصل یہ جملہ اکابر ایک روح اور چند قالب اور ایک معنی چند الفاظ ہیں ان کے خیالات و عقائد و اعمال ایک ہی ہیں۔“

(الشحاب الثاقب کتبخانہ رحیمیہ دیوبند صفحہ ۴۱)

معلوم ہوا کہ دیوبندی سارے کے سارے ہم عقیدہ اور ایک خیال ہیں ان کے عقائد و اعمال میں کوئی فرق نہیں جو عقیدہ ایک کیلئے ثابت وہی عقیدہ سب کے لئے واقع ہے اگرچہ وہ ہندی ہوں یا سندھی مدراسی ہوں یا بنگالی، بلوچی ہوں یا پنجابی، اتحاد و عقیدہ کی بناء پر سب دیوبندی ہیں۔

## بانی مذہب کی تعظیم

ہر مذہب و ملت میں بانی مذہب کی تعظیم و عظمت ضروری ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی سی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔“

(تقویت الایمان صفحہ ۸۰)

اسماعیل صاحب اس کے مقابل اپنے پیر سید احمد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

”ایک دن حضرت حق جل و علانے آپ (سید احمد) کا داہنا ہاتھ اپنے دستِ قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امورِ قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع اور بدیع تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی ہے اور چیزیں بھی



عنایت کریں گے۔“

(”مراٹو مستقیم“ اردو کشمیری بازار لاہور صفحہ ۲۸۰-۲۸۱)

دونوں عبارتوں کو پڑھئے اور سردھنئے، حبیب رب الغلمین محمد رسول اللہ ﷺ اس کے دربار میں اس کے رعب و جلال سے بے حواس اور سید احمد اس کے دربار میں عطا و اکرام سے مالا مال اور مشرف مصافحہ خداوندی سے ہمکنار ہیں یہ صرف ایک حوالہ بطور نمونہ نقل کیا بقیہ حوالہ جات بر محل ذکر کئے جائینگے۔ مسلمانانِ عالم میں اللہ اور پھر اس کے رسول ﷺ کی تعظیم ضروری ہے مگر ملت وہابیہ دیوبندیہ میں سید احمد اور ان کے خلیفہ اجل مولوی اسماعیل دہلوی کی تعظیم اور تکریم ضروری ہے اور یہ تعظیم سب کو مسلم ہے کیونکہ کسی دیوبندی وہابی نے ان عبارات خبیثہ پر نہ تو کوئی انکار کیا نہ احتجاج۔ برصغیر (ہندو پاکستان) میں اس مذہب کی بنیاد رکھنے والے مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیرو سید احمد تکوی (جنکو بریلوی بھی کہتے ہیں) ہیں، سارے وہابی خواہ وہ مقلد ہوں یا غیر مقلد، دیوبندی ہوں یا مودودی، تبلیغی ہوں یا ندوی سب کے نزدیک ان حضرات کی عظمت مسلم۔

دیوبندی دھرم میں ”تقویت الایمان“ کی عظمت

مولوی عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں:

”ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ ولی اللہی تحریک عرب کی نجدی